۱۹۶۶ء

(۱۹۶۵ء کی جنگ پاک و ہند کے بعد) ہ

جانتے ہیں یہ ہمیشہ سے زمانے والے — ہم ہیں قلت میں بھی کثرت کو دبانے والے
سر سے میداں میں کفن باندھ کے آنے والے — بڑھ کے چولیں درِ خیبر کی ہلانے والے

ہم نے قرآن پڑھا، جھوم کے بت خانوں میں
ہم نے تکبیر کہی ڈوب کے طوفانوں میں

کثرتِ فوج پہ بھولے نہ کوئی مستِ غرور — اور ہی کچھ ہے یہاں فتح و ظفر کا دستور
جو بھی ملت ہے، رضا کار و فدا کار و غیور — اُس کی بس ایک نظر میں ہیں دو عالم محصور

عزم ہے قلعہ کشا، کثرت افراد نہیں
دل گنے جاتے ہیں میدان میں، تعداد نہیں

اکثریت نہیں آفاق میں معیارِ ظفر — فوق ہے اک مردِ کامل کو ہزار انجم پر
خوب تر سیکڑوں کانٹوں سے ہے صرف اک گلِ تر — لاکھ الفاظ پہ بھاری ہے کڑی ایک نظر

اک صداقت سے ہے نو لاکھ کی تہمت باطل
جب ہو وحدت کے مقابل تو ہے کثرت باطل

ہے زمانے میں سبھی کو یہ حقیقت تسلیم — لاکھ قطروں سے گراں قدر ہے اک درِ یتیم
زہر ہے بہرِ جراثیم بس اک موجِ نسیم — فاتحِ کثرتِ اوہام ہے اک عزمِ صمیم

بے شمار اخترِ تاباں سہی خورشید ہے ایک
یوں تو دن تین سو پینسٹھ ہیں مگر عید ہے ایک

ان گنت فوج کہ ہو جذبۂ حق سے خالی — خاک پائے گی زمانے میں مقامِ عالی
اور وہ تھوڑی سی جماعت جو ہے جرأت والی — اس کی ٹھوکر سے ابھرتی ہے بلند اقبالی

اکثریت سے کہیں دل کی گرہ کھلتی ہے
عزم و ہمت کی ترازو میں ظفر تلتی ہے

ہ چہرے میں اکثریت و اقلیت سے متعلق جو بند ہیں وہ ۱۹۳۴ء یا ۱۹۳۵ء میں کہے گئے تھے، اس مرثیے میں شامل کر دیے گئے ہیں

منحصر قلت و کثرت پہ نہیں سود و زیاں
جذبہ دل میں رموزِ عظمت ہیں پنہاں
گو دُر و لعل سے بھاری ہے کہیں سنگِ گراں
پھر بھی جو لعل کی قیمت ہے وہ پتھر کی کہاں

بُزدِ خر، لاکھ بھی توقیر میں کم ہوتے ہیں
شیر دو ایک بھی نظروں میں اہم ہوتے ہیں

کافروں کی ہوں صفیں لاکھ تو کیا خوف کی بات
مردِ مومن کا سہارا ہے بس اللہ کی ذات
ہم جہادوں میں جما دیتے ہیں جب پائے ثبات
حشر تک سے نہیں ڈرتے ہیں کہاں کے حشرات

کیا سبب . کیوں صفِ باطل سے مسلمان ڈریں
چیونٹیاں مورچے باندھیں تو سلیمان ڈریں

لاکھ فوجیں ہوں جو محرومِ مذاقِ اقدام
چند اربابِ عمل کے ہیں مقابل ناکام
خود بتاتی ہے یہ تاریخِ عروجِ اسلام
اک اقلیتِ حقہ سے بنا حق کا نظام

نام کثرت کا مٹا بخت ہمارا چمکا
بدر میں ملّتِ بیضا کا ستارا چمکا

اکثریت سے قوی تر ہے کہیں عزمِ سپاہ
آج تک فوجِ حسینی کی جلالت ہے گواہ
چار جانب وہ اُدھر رن میں ہزاروں بدخواہ
وہ اِدھر چند دلیرانِ حقیقت آگاہ

اڑ گئے حق طلبی پر جو مچل کر غازی
لڑ گئے لاکھ سپاہوں سے بہتر غازی

درس دیتا ہے یہی فوجِ حسینی کا عمل
کہ نہیں کثرتِ افراد دلیری کا بدل
عزمِ صادق ہے فقط عقدۂ دشوار کا حل
چند مخلص ہوں تو کافی ہیں دمِ جنگ و جدل

کبھی بڑھ بڑھ کے لڑیں اور کبھی تھم تھم کے لڑیں
پاؤں لاکھوں کے اکھڑ جائیں جو ہم جم کے لڑیں

کربلا تیری قسم تیرے شہیدوں کی قسم
کُھل گیا معرکۂ جنگ میں کثرت کا بھرم
روزِ اول سے ہیں اب تک وہ اقلیّت ہم
جو حریفوں کا بہت دیکھ چکی ہے دم خم

زیرِ میداں میں ہوں، ممکن یہ کسی طور نہیں
امّتِ احمدِ مرسل ہیں کوئی اور نہیں

دل حق بیں سے کیا ہم نے فنا کینوں کو — دی جلا جنگ کی تہذیب کے آئینوں کو
بڑھ گئے رن میں کبھی تان کے جب سینوں کو — رکھ دیا پسلیوں سے توڑ کے سنگینوں کو

کون حالات سے ماضی کے خبردار نہیں
وہ رَجُل ہم ہیں جو کرار ہیں، فرار نہیں

یہ توانائی دل خاص عطا ہے رب کی — ہم نے سر توڑ دیا جس نے رعونت جب کی
جو دبانے کو ہمیں فوج بڑھی خود دَبکی — ذکر قرنوں کا نہیں بات ہے کل کی، اب کی

دبدبے سے تو نہیں دب کے یہ سر جھک سکتا
موت رک سکتی ہے یہ جوش نہیں رک سکتا

ہم ہیں کیفیتِ صہبائے طلب سے سرشار — عالم خواب میں بھی روحِ سلف سے بیدار
غازی و حق نگر و باعمل و صدق شعار — چشمِ فطرت میں سمایا ہے حسینی کردار

ہم ہر اک معرکۂ زیست میں ڈٹ سکتے ہیں
یا علی کہہ کے پہاڑوں کو الٹ سکتے ہیں

ہاں اسی جذبہ باطن کا ہے یہ سیل رواں — جس سے بیڑے میں عدو[1] کے ہے تلاطم کا سماں
ایک مدت سے ہمیں گھور رہا تھا طوفاں — اب تو دیکھے کوئی مڑ کر کہ وہ شورش ہے کہاں

اک تھپیڑا ہی دیا ہے ابھی پتواروں کا
جس نے منہ پھیر دیا بپھرے ہوئے دھاروں کا

تھا جو سن[2] دو میں مسلماں کی شجاعت کا بھرم — اب بھی تیرہ سو پچاسی میں وہی ہے دم خم
تیغ حق میان میں ہے دوش پہ ہمت کا علم — قوتِ بازوئے عباس دلاور کی قسم

وہی عباس نمونہ ہے شجاعت جس کی
نقش پانی پہ ہوئی جرأت و ہمت جس کی

وہی عباس جگردار و دلیر و جرّار — جس کا ہے اسم گرامی بھی رموز و اسرار
عین سے ہے علوی علم و عمل کا اظہار — بے سے بے مثل بہادر تو الف سے ابرار

سین سے سیف خدا اہل تمرد کے لیے
بے کی تشدید ہے باطل پہ تشدد کے لیے

---

[1] فوج ہندی مشارٌ الیہ، [2] جنگ بدر مشارٌ الیہ

ایسے غازی کے جو پیرِ ہیں میان جنگاہ ان کی ہر ضرب کے ہمراہ ہے نصرت کی سپاہ
دل میں ہے نام نبی، لب پہ ہے نام اللہ دوش پر تیغ یقیں، حق کی سپر پشت و پناہ

ہیں یہی فاتح دوراں من و تو، شاہد ہیں
غیب سے ہوتی ہے امداد عدو شاہد ہیں

بن کے قیدی ادھر آتے ہیں جو اکثر غدار پوچھتے ہیں یہ دلیروں سے بہ حیرت ہر بار
سبز پوش آپ کی فوجوں کے کہاں ہیں وہ سوار ہم پہ اک آگ سی برساتی تھی جن کی تلوار

معجزہ سمجھے زمانہ کہ عجائب جانے
ہیں یہ سب غیب کی باتیں انھیں غائب جانے

کون غائب وہی مہدی و امامِ دوراں ہاتھ میں جس کے ہے رہوارِ مشیت کی عناں
صاحب امر خدا، وارث دین و ایماں حافظِ ملت اسلام، مثیل قرآں

رخ ہے پردے میں محبت دل عشاق میں ہے
چاند بدلی میں ہے اور چاندنی آفاق میں ہے

محورِ دائرۂ ارض و سما ہیں قائم نقطۂ باصرۂ صدق و صفا ہیں قائم
مرکزِ قائمۂ شرع خدا ہیں قائم غار میں نائب محبوبِ خدا ہیں قائم

دین پیغمبر خاتم کا تتمہ یہ ہیں
مصطفیٰ ختم رسل ختم ائمہ یہ ہیں

وارث خون شہیدان وفا ہیں قائم صاحبِ ماتم شاہِ شہدا ہیں قائم
سوگوار پسر خیر نسا ہیں قائم بال بکھرائے ہوئے محوِ عزا ہیں قائم

جن کی مجلس ہے بپا ان کے ہی یہ نائب ہیں
بزم شبیر میں حاضر ہیں مگر غائب ہیں

منتظر ہیں کہ پڑھے ذاکر شہ ذکرِ حسین مضطرب اشک بھی آنکھوں میں ہیں دل بھی بے چین
السلام اے مرے آقا مرے شاہ کونین السلام اے پسر فاطمہ کے نور العین

ذکر مظلومی شاہ شہدا کرتا ہوں
تعزیت آپ سے پیاسوں کی ادا کرتا ہوں

حاضرِ مجلسِ ماتم ہیں جو شیدائے امام — عرض کرتے ہیں یہ سب بھی شہِ والا کو سلام
ہائے کن لفظوں میں دیں آپ کو پُرسا یہ غلام — ہے بھرے گھر کی عزا بھر ستم کوفہ و شام

قاسم و اکبر و اصغر کے عزادار ہیں آپ
ایک دو کیا کہ بہتر کے عزادار ہیں آپ

اک گزارش بھی غلاموں کی ہے پرسے کے سوا — جلد فرمائیں ظہور اب تو امام دوسرا
منکرِ ہستی و غیبت ہے جو ساری دنیا — ہم یہ سمجھائیں کہاں تک کہ کہاں ہیں مولا

اہلِ ظاہر نے جو غائب کو نہیں پایا ہے
مبتلا شک میں ہیں جانوں پہ عذاب آیا ہے

فیضِ مجلس سے یہاں اب جو ہیں موجود حضور — دیدۂ دل کے لیے یہ بھی ہے غیبت میں ظہور
مجھ کو ہوتا ہے جو محسوس چہ نزدیک چہ دور — ہو اجازت تو کروں پیش میں حضرت کے حضور

اصل یہ ہے ہئے عرفانِ امامِ غائب
شاملِ غیب ہے ایمانِ امامِ غائب

دامنِ عذرِ مشیت ہے نقابِ مہدی — عید کا چاند مسیحا کو رکابِ مہدی
زَہَقَ الباطِلُ آیا ہے خطابِ مہدی — حق کے اثبات کو قائم ہیں جنابِ مہدی

علم دونوں کا نہیں، اور ہمیں معلوم بھی ہے
پردۂ غیب میں قائم بھی ہے قیوم بھی ہے

خود یہ مستور ہیں در پردہ حقیقت ظاہر — جس طرح دل میں نہاں رہ کے محبت ظاہر
نہ بظاہر کہیں خالق نہ مشیت ظاہر — ان کی غیبت سے ہوئی غیب کی عظمت ظاہر

جس نے اللہ کو مانا ہے انھیں جانا ہے
ان کو جانا ہے تو اللہ کو پہچانا ہے

زاہدِ تنگ نظر کھول ذرا چشمِ صواب — ماہ پارہ ہے حسن کا ترے مصحف کا جواب
وہ کلام اور یہ متکلم وہ خطابت یہ خطاب — وہ ہے خاموش یہ ناطق وہ کتابت یہ کتاب

اُس میں ہیں ناسخ و منسوخ مسلّم یہ ہیں
اُس کی ترتیب میں ہے فرق منظم یہ ہیں

وہ مفسر کا ہے محتاج یہ اس کی تفسیر — وہ ہے رویائے رسالت تو یہ اس کی تعبیر
وہ فصاحت کی لطافت یہ مذاق تقریر — اس کے حرفوں میں سیاہی یہ سراپا تنویر
وہ نشانات ، یہ قدرت کی نشانی گویا
وہ فقط لفظ یہ اسرار و معانی گویا

چمنستان رسالت کا ہے وہ پھول یہ پھل — اِن کے جد ختم رسل اُس سے بہرحال اول
اس میں شامل متشابہ تو یہ شبہات کا حل — وہ ہے صورت یہ حقیقت وہ مقولہ یہ عمل
اس کو پوچھو تو ہر اک شاہ و گدا حافظ ہے
یہ وہ قرآن ہے خود جس کا خدا حافظ ہے

ان کے دادا بھی ولی یہ بھی ولی ابن ولی — دونوں مخلوق خدا اور ابدی و ازلی
وارث علم لدُنّی یہ خفی ہیں وہ جلی — فرق کہنے کو ہے اتنا یہ محمد وہ علی
حق میں باطل کے وہ ہیں قہر تو آفت یہ ہیں
وہ جو ہیں حشر کی سورت تو قیامت یہ ہیں

وہ امامت کے قمر یہ بھی اسی شان کے چاند — ایک منزل کے مکیں ایک ہی عنوان کے چاند
آگے پیچھے ہیں رواں دونوں یہ ایمان کے چاند — گر علی ماہِ رجب ہیں تو یہ شعبان کے چاند
سورۂ قدر سے رتبے میں گراں قدر یہ ہیں
چاند چودہ ہیں ، مگر بدر شب قدر یہ ہیں

وہ گلستاں میں صبا ہیں یہ نسیم سحری — وہ ہیں ناصر تو یہ منصور وہ فاتح یہ جری
اک در علم ہیں وہ ، علم کی یہ بارہ دری — آگئے آپ تو کہلائے ہم اثنا عشری
وہ حقیقت میں مَعَ الحق ہیں یہ جاءَ الحق ہیں
حق جو پوچھے کوئی بندے سے تو دونوں حق ہیں

لے کے آدم سے رسول عربی تک واللہ — آئنہ سارے رسولوں کا ہے یہ غیرتِ ماہ
وصف ایک ایک اماموں کا بھی ہے خاطر خواہ — کوئی اول کوئی اوسط ، یہ حدِ دین اللہ
دَور امامت کا ہوا جبکہ رسالت نہ رہی
بعد مہدی کے کسی کی بھی ضرورت نہ رہی

کیا سند ہم جو کہیں حجتِ خالق یہ ہیں
حق پکارے مری مرضی کے مطابق یہ ہیں
آیتیں بول اٹھیں مصحفِ ناطق یہ ہیں
صبح جعفر کی قسم کھائے کہ صادق یہ ہیں

ہے محمد کی رسالت میں امامت مضمر
ان کی آمد میں محمد کی صداقت مضمر

فرق ڈھونڈا جو محمد کے اور ان کے مابین
ہے عجب قسم کی نسبت کہ نہ ہیں غیر نہ عین
اے زہے منزلت جانِ شہ بدر و حنین
دم قدم سے متمسک ہے حدیث ثقلین

یہ چراغ رہ ایماں بھی جو گل ہو جاتا
آل کا فاتحہ قرآن کا قل ہو جاتا

کون وہ دو ہیں گراں قدر نبی نے جو کہا
مجھ سے کوثر پہ ملیں گے، کبھی ہوں گے نہ جدا
آؤ قرآن سے پوچھیں کہ ملے کچھ تو پتا
وہ تو خاموش ہے خاموش رہے گا بخدا

اس خموشی پہ ملے چھوٹ، نہیں ہو سکتا
قول محبوب خدا جھوٹ نہیں ہو سکتا

یا تو یہ کہیے کہ قرآن وہ قرآن نہیں
ورنہ پھر ڈھونڈیے عترت کا کوئی فرد کہیں
نسبتیں غیب سے ایمان کی محکم جو رہیں
دیکھتے دیکھتے ہو جائے گا دیدار یہیں

آج قرآں کا اگر نام و نشاں قائم ہے
قائم آل محمد بھی یہاں قائم ہے

قائم آل عبا ضابطۂ امن و سلام
خضر اولاد نبی، بادشہ عمر دوام
صاحب الامر، امارت کو فنا کا پیغام
مقتدا حضرت عیسیٰ کے ہمارے بھی امام

جس پہ واجب ہے درود آپ کا نام ایسا ہے
ہیں جماعت میں مسیحا، یہ امام ایسا ہے

سد اللہ کے دلبند نبی کے جانی
جد تو ہم نام خدا باپ حسن کے ثانی
ایک دادی تو خوزادیِ شہ ایرانی
ایک مریم کا شرف بنت نبی سیدانی

وہ شرافت ہے کہ اغیار بھی تعریف کریں
حرف آئے جو نسب میں کہیں تحریف کریں

یہ اگر چاہیں تو مملوک کو مالک کردیں   ان کی مرضی ہو تو مہلک کو بھی ہالک کردیں
دم میں مجبور کو مختار ممالک کردیں   ایسے ہادی ہیں کہ مسلک کو بھی سالک کردیں
جس طریقے پہ چلیں یہ، وہ طریقت ہو جائے
شارع عام بھی اک خاص شریعت ہو جائے

ان کی بخشش سے گدا صاحب گنجینہ ہو   آنکھ نرگس پہ جو ڈالیں تو ابھی بینا ہو
پاؤں پڑ جائے تو سبزے پہ وہیں مینا ہو   قلب مردہ کو جلا دیں تو اک آئینہ ہو
حکم فرمائیں تو کلمہ ابھی بیجان پڑھے
شمع قبر شہدا سوز سے قرآن پڑھے

گوشِ قدرت بھی ہیں یہ محرم اسرار بھی ہیں   رحمت حق بھی ہیں انصاف کی تلوار بھی ہیں
وارث دبدبۂ حیدر کرار بھی ہیں   مسند احمدِ مختار کے مختار بھی ہیں
دو جہاں میں عمل ان کا ہے دوہائی ان کی
بندے ان کے ہیں خدا ان کا خدائی ان کی

آنکھ ہم سے تو ملا اے نگہ ظاہر بیں   سورۂ قدر میں آیا ہے یہ آیا کہ نہیں
حشر تک امر خدا لائیں گے جبریل امیں   پھر تو لازم ہے اولی الامر ہو موجود کہیں
اُس کی غیبت پہ جو ایمان نہ لے آؤں میں
کوئی منکر ہوں کہ قرآن کو جھٹلاؤں میں

اس طرح بحر جہاں میں یہ گہر مخفی ہے   جس طرح وقت کے دامن میں سحر مخفی ہے
یا شب تار کی چادر میں قمر مخفی ہے   یا نمازی کی دعاؤں میں اثر مخفی ہے
عقل منکر کو یہی کیوں نہیں سمجھاتی ہے
کہیں آنکھوں سے مشیت بھی نظر آتی ہے

قلب ہستی میں ہیں مستور اسی طرح جناب   جس طرح سینۂ گیتی میں گلستاں کا شباب
ہے یونہی عارض پُر نور پہ غیبت کی نقاب   جس طرح برق کا جلوہ تہ دامان سحاب
غور درکار ہے مضمون کی باریکی میں
نور ہے مردمک چشم کی تاریکی میں

ایک رہبر ہیں یہی جن کا سبھی کو ہے یقیں
حد تو یہ ہے کہ مخالف کو بھی شک اس میں نہیں

ستم و جور سے بھر جائے گی جس وقت زمیں
لے کے پیغام اماں آئے گا اک مہدی دیں

دل کو پھر کس لیے اقرار نہیں مہدی کا
جبکہ منکر کو بھی انکار نہیں مہدی کا

اس طرح آپ ہیں موجود مگر مخفی بھی
جیسے ظاہر بھی ہے اور عقل بشر مخفی بھی

ہے نمایاں بھی شمیم گل تر مخفی بھی
چلتی پھرتی بھی ہے اور بادِ سحر مخفی بھی

دل سے جانا ہے قرائن سے انھیں مانا ہے
حق کو دیکھا تو نہیں عقل سے پہچانا ہے

کیف جو دل میں سماتا ہے نہاں ہے کہ نہیں
جوش جو خون بڑھاتا ہے نہاں ہے کہ نہیں

جذب جو کھینچ کے لاتا ہے نہاں ہے کہ نہیں
ذہن جو عرش پہ جاتا ہے نہاں ہے کہ نہیں

ولولہ زیست کا مقصود ہے اور غائب ہے
روح بھی سانس بھی موجود ہے اور غائب ہے

بات منکر کو جو کھلتی ہے کہاں ہے دیکھیں
آگ جو سینے میں جلتی ہے کہاں ہے دیکھیں

یہ طبیعت جو مچلتی ہے کہاں ہے دیکھیں
منہ سے آواز نکلتی ہے کہاں ہے دیکھیں

اس طرف کیوں نگہ غور نہیں جاتی ہے
کبھی نیت بھی نمازی کی نظر آتی ہے

ہم بھی دیکھیں کوئی بتلائے اگر ہو ممکن
کس جگہ جسم میں پنہاں ہیں حواس باطن

رات کے وقت ہمیں کیوں نظر آتا نہیں دن
ذکر قرآن میں جن کا ہے کہاں ہیں وہ جن

کبھی پہلے انھیں دیکھا ہے کہ اب دیکھا ہے
کیوں ہو جبریل کے قائل انھیں کب دیکھا ہے

مجھ کو سوجھے نہ اگر نور تو معدوم کہوں
خلد آنکھوں سے ہے مستور تو معدوم کہوں

میں نے دیکھی جو نہیں حور تو معدوم کہوں
عرش و کرسی ہیں بہت دور تو معدوم کہوں

یہ سبھی غیب ہیں ان پر اگر ایمان نہیں
کلمہ لاکھ پڑھے جاؤ مسلمان نہیں

وقت بھی فصل بھی موسم بھی ہوا بھی پنہاں
ذہن بھی طبع بھی اور فکر رسا بھی پنہاں
عقل بھی فہم بھی فطرت بھی قویٰ بھی پنہاں
صورت مہدی ہادی ہے خدا بھی پنہاں
دامن غیب میں مستور کہیں ہیں دونوں
ہیں تو دونوں ہیں نہیں ہیں تو نہیں ہیں دونوں

پردۂ غیب میں کچھ خاص بشر ہیں موجود
آنکھ سے چھپ کے جو مانند نظر ہیں موجود
جیسے عیسیٰ سر گردوں ہیں مگر ہیں موجود
خضر صحرا میں کہیں خاک بسر ہیں موجود
رہگزر ان کی کبھی دور کبھی پاس بھی ہے
صورت آب بقا غیبت الیاس بھی ہے

یہ سبھی اب صفتِ رازِ نہاں ہیں موجود
ہے مقر منکر مہدی بھی کہ ہاں ہیں موجود
میں جو کہتا ہوں کہ مولائے جہاں ہیں موجود
مجھ سے کیوں کہتی ہے دنیا وہ کہاں ہیں موجود
خضر و الیاس و مسیحا کو تو پہچانا ہے
ڈھونڈ کر پہلے انھیں لاؤ جنھیں مانا ہے

وہ بھی اور مہدی ہادی بھی ہیں غائب بخدا
غیبت اُن کی بھی اور اِن کی بھی ہے برحق حقا
وہ بھی مستور ہیں یہ بھی، برضائے مولا
فرق اتنا ہے وہ خاموش ہیں اور یہ گویا
سامرا سے کبھی چل کر جو ہوا آتی ہے
ان کی تکبیر کے نعروں کی صدا آتی ہے

جان مصحف مرے دل کا بھی صحیفہ سن لے
فطرت عشق کے جذبات لطیفہ سن لے
خلف ختم رسل، حق کے خلیفہ سن لے
عَجَّلَ اللہ زیارت کا وظیفہ سن لے
دین محور سے ہٹا، مرکز ایماں آ جا
چپ ہے قرآنِ مبیں، بولتے قرآں آ جا

تو نہیں ہے تو شریعت میں نہیں جان کوئی
نغمہ و لحن میں باہم نہیں پہچان کوئی
بیچ دوں میں جو خریدے مرا ایمان کوئی
جیسے پھر آئے گا تعلیم کو قرآن کوئی
محکم آیات کے احکام بدل جاتے ہیں
جیتی مکھی کو مفسر بھی نگل جاتے ہیں

صاف کوئی نہیں کہتا کہ ہے قرآن غلط
زیرِ لب کہتے ہیں معراج کی ہے شان غلط
عصرِ حاضر میں ہے وَالعَصر پہ ایمان غلط
قسمتیں مل گئیں ، وَالنَّجم کا عنوان غلط

وہ حقیقت ہے فضا میں جو غبارا جائے
وہ تصنع ہے ستارا جو اتارا جائے

عقلا جو ہیں وہ رکھتے نہیں علم معقول
حکما کا نظریہ ہے حکومت کا حصول
فضلا سمجھے ہیں تحصیل فضیلت کو فضول
رہ گئے اب علما چپ ہیں بحسب معمول

تیری دوری سے سب الجھے ہوئے جنجال میں ہیں
مفتخر جن پہ ہے ماضی وہ عجب حال میں ہیں

دور ہے قاعدہ زہد سے زاہد کا قعود
سرنگوں شرم ریا سے ہے مصلے پہ سجود
بہ تصنع ہے صلات اور تکلف ہے درود
تو ہی غائب ہے تو کیونکر ہو حقیقت موجود

شان قدرت کی دکھا قادر مطلق کے لیے
بات ناحق کو بڑھی جاتی ہے ، آحق کے لیے

تو جو غیبت میں ہے آنکھوں سے جہاں کی مستور
حسن ظاہر کی طلب عام ہے اے جان ظہور
بے نظارہ جو نظر کو نہیں جھکنا منظور
پُرشکن سجدۂ حق سے ہے جبین مغرور

کون آخر یہ گرہ اے مرے مولا کھولے
ناخن تیغ علی اب تو یہ عقدا کھولے

ذکر کیا غیر کا ، دیوانہ تو دیوانہ ہے
جو یگانہ ہے وہ اب شرع سے بیگانہ ہے
منتشر سبحۂ ملّت کا ہر اک دانہ ہے
خانہ جنگی سے فقط رونق کاشانہ ہے

سب ہیں غازی مگر آپس میں جھگڑنے کے لیے
اک رضا کار نہیں نفس سے لڑنے کے لیے

منتشر دیں کے اصول اب ہیں خدارا آ جا
حق کی توحید بھی ہے یکہ و تنہا آ جا
عدل بھی ظلم کے ہاتھوں سے ہے رسوا آ جا
بن کے اک بار نبوت کی تمنا آ جا

سن لے اس کی بھی کہ آخر ہے امامت تیری
منتظر حکم خدا سے ہے قیامت تیری

یوں بلانے سے وہ اے دل کہیں آتے ہیں بھلا — خود وہ مجبور مشیت ہیں بقول عقلا
اُن سے ملنا ہے تو اب شمع تصور کو جلا — دیدۂ دل میں یہ تصویر پھری صل علی

اب نہ منکر کو روایات نہ آیات سنا
صلوات آل محمد پہ ہے، صلوات سنا

چشم نرجس کی ضیا فاطمہ کے نور العین — اے محمد کے جگر اے دل اسلام کے چین
راحت جان حسن، منتقم خون حسین — کربلا، کس سے یہ کہتی ہے بصد شیون وشین

حشر کوفے میں بپا ہو تو مجھے چین آئے
انتقام شہدا ہو تو مجھے چین آئے

یوں تو ممکن ہی نہیں میرے بہتر کا عوض — عون و جعفر کا عوض قاسم و اکبر کا عوض
خوں بھرے شانۂ عباس دلاور کا عوض — لاکھ کشتے نہیں تنہا علی اصغر کا عوض

انتقام ایسے شہیدوں کا کہاں لینا ہے
ہاں فقط ظلم کی ظالم کو سزا دینا ہے

ظلم سا ظلم کہ دنیا میں نہ دیکھا نہ سنا — نرغۂ فوج، غم تشنہ لبی، وا اسفا
نوجوانوں کا ضعیفوں کا تو ہے ذکر ہی کیا — طفل بے شیر بھی چوبیس پہر سے پیاسا

منہ سے وہ کرب و اذیت جو نہ کہہ سکتا تھا
بے زباں پیاس سے ایک ایک کا منہ تکتا تھا

ہائے وہ رنج و الم اور وہ محمد کا پسر — تن اقدس پہ جراحات قبا خون میں تر
لاش وہ سامنے قاسم کی وہ پامال جگر — یاد عباس دلاور میں شکستہ وہ کمر

دوست مارے گئے سب خویش و برادر نہ رہے
رہ گیا داغ جگر میں، علی اکبر نہ رہے

وعدۂ صبر کا وہ پاس وہ فطرت بے چین — فکر بے پردگی آل رسول الثقلین
اتنے آفات و مصائب کا ہجوم اور حسین — تیر دلدوز وہ معصوم سکینہ کے یہ بین

پیاس سے مرتی ہوں پانی تو منگا دو بابا
نہر پر سوتے ہیں عمو کو بلا دو بابا

دل لرز جاتا تھا مظلوم کا یہ سن سن کر   پائے ہمت میں نہ جنبش تھی مگر ذرہ بھر
ایسے حالات میں یاد آئے تو ہوں گے اکبر   کیا تعجب بشریت نے کہا ہو یہ اگر

ننھے بچوں کو کلیجے سے لگا لو بیٹا
میری اجڑی ہوئی سرکار سنبھالو بیٹا

سر کو بہوڑائے ہوئے بادشہ کون و مکاں   محو تھے یادِ الٰہی میں بصد قلب تپاں
رن میں اب دو ہی فقط فوج خدا کے تھے نشاں   ذوالجناح نبوی اور حسین ذی شاں

تیر پیاسے پہ برستے تھے عجب عالم تھا
لاکھ تیغیں تھیں اور اک جان نبی کا دم تھا

خاک زلفوں میں بھری خوں میں شرابور لباس   وقت تھا رخصت مظلوم کا دنیا تھی اداس
دور سے آتے تھے حربے جو ملاقات کو پاس   سب کو سینے سے لگاتے تھے شہ فرض شناس

فلک پیر لرزتا تھا زمیں ہلتی تھی
جان زہرا سے ہر اک تیغ گلے ملتی تھی

وہ اِدھر ایک حسین اور ادھر سب لشکر   تیر سینے کو کبھی چومتے تھے گاہ تبر
سر جو تلواروں سے مجروح تو تیروں سے جگر   شہ کا یہ ضبط کہ مطلق نہیں بل ماتھے پر

خون مظلوم کی ندّی جو بہی جاتی تھی
دمبدم فاطمہ کے دودھ کی بُو آتی تھی

زخم پر زخم جو کھائے تو بڑھی اور بھی پیاس   جھک کے غش ہو گئے ہرنے پہ شہ نیک اساس
بیکسی رو کے پکاری یہ بصد حسرت و یاس   ہائے اس وقت نہ قاسم نہ مدد کو عباس

کون تھامے کہ محمد کا پسر گرتا ہے
کوئی اکبر سے یہ کہہ دو کہ پدر گرتا ہے

اک وہ دن تھا کہ نبی ان کا تھے ناقہ یہ سوار   ماں نے آہستہ اتارا کہ نہ پہنچے آزار
ابتدا وہ تھی یہ انجام شہ عرش وقار   اب نہ خاتون قیامت نہ رسول مختار

ہاتھ ماتم کو اٹھیں سبط نبی گرتے ہیں
حشر اٹھتا ہے حسین ابن علی گرتے ہیں

عہد طفلی میں سواری کا ارادہ جو کیا / یہی توسن ہے کہ بالائے زمیں بیٹھ گیا
ذوالجناح نبوی تیری رفاقت کے فدا / آج اسی شان سے پھر گرم زمیں پر بیٹھا
کیا عجب ہے کہ لرز کر فلک پیر گرے
پنجتن اٹھ گئے و خاک پہ شبیر گرے

غش سے چونکے تو اُٹھے بہر تیمم مولا / عصر کا وقت تھا، سجدے میں جھکے شاہ ہدا
اک شقی ذبح کو آیا تو یہ محشر دیکھا / بال بکھرائے ہوئے بیٹھے ہیں محبوب خدا
رو کے کہتے ہیں کہ پیاسے کو نہ مارو یارو
بے گنہ میرے نواسے کو نہ مارو یارو

ہائے وہ سجدہ آخر وہ امام کونین / مطمئن جان نبی روح پیمبر بے چین
آئی زہرا کی یہ آواز بصد شیون و شین / وقت ہے وعدہ وفائی کا سنبھل جاؤ حسین
میں دعائیں تمھیں دینے کے لیے آئی ہوں
سر کو آغوش میں لینے کے لیے آئی ہوں

قتل گہہ آنکھ سے دیکھ آئے ہیں زوارِ امام / وہ نشیب، اور بلندی پہ وہ عترت کے خیام
اب کنایے کو سمجھ جائیں شہ دیں کے غلام / دیر سے خیمے کی ڈیوڑھی پہ ہے زینب کا قیام
سب ستم بنت شہ قلعہ شکن نے دیکھا
ہائے کس حال میں بھائی کو بہن نے دیکھا

ریت جلتی ہوئی رن کی وہ مصلائے حسین / غیر خواہر کوئی ہمدرد نہ شیدائے حسین
سر کو سجدے سے اٹھانے نہ ابھی پائے حسین / در پہ غش کھا کے گری کہہ کے بہن ہائے حسین
کس زباں سے میں کہوں رن میں جو بیداد ہوئی
بنت محبوب خدا لٹ گئی برباد ہوئی

آندھیاں چلنے لگیں بن میں سیاہی چھائی / چرخ کی طرح سے مقتل کی زمیں تھرائی
بچے رونے لگے، بانوئے حزیں چلائی / ہائے کیا غش میں ہو سجاد نیامت آئی
اُٹھ کے معصوموں کو دامن میں چھپا لو بیٹا
باپ مارے گئے اب گھر کو سنبھالو بیٹا